التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد:۹، شمارہ:۲۵، جنوری تا جون ۲۰۱۵ء

شراح حدیث کا شرح حدیث میں سببِ حدیث سے استفادہ

محمد رمضان نجم باروی
پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس
ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اوینٹل لرننگ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

The main and important source of the Holy Prophet (P.B.U.H) Biography is Hadiths and traditions of the Holy Prophet (P.B.U.H). His companions have narrated Prophet's life with extreme wisdom and farsightedness. While narrating the Holy Prophet (P.B.U.H) traditions, they have described Hadiths without leaving any aspect. It includes His (P.B.U.H) sayings, actions of acceptance or rejection by His quietness, natural or un-natural, perceived or unperceived and all reasonable matters. Even though they have comprehensively covered, all the expressions made during the conversations with all their integrity. His (P.B.U.H) physical gestures during the narration of Hadiths is also a permanent and very important aspects of Biography and principles of Hadiths. Regarding this hundreds of examples are present in the books of Hadiths.

Key words: Hadith,Biography of the Prophet, wisdom

مسلم مفکرین نے فہم حدیث کے لیے متعدد علوم اور طرقِ کثیرہ تحقیق آشنا کیے ہیں جن کے سبب سے جہاں حدیث صحیح کو سقیم سے ممتاز کرنے میں آسانی ہوتی ہے وہاں اُس کے حقیقی و مرادی معنی کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے اور ان کو علوم الحدیث کا نام دیا گیا ہے۔ان میں سے ایک علم اسباب ورودِ حدیث کا ہے، جس کی جامع تعریف یوں کی جا سکتی ہے ''کُل ما یقتضی

ورودَه من النبی ﷺ قَبل الوفاةِ فی الیقظةِ اور یہ علوم حدیث میں بہت ہی اہمیت کا حامل ہے جیسا کہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے بیان کیا اور دیگر محدثین نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔(۱)

اس علم کی معرفت کے بہت سارے فوائد ہیں جن سے صرف وہی شخص ناواقف ہوسکتا ہے جو فہم حدیث میں نظر عمیق اور بصیرت سے غافل وتساہل ہو۔اسبابِ حدیث سے شراح حدیث نے بے شمار مقامات میں استفادہ کیا ہے اور علمی نکات کا استنباط کیا ہے۔نیز اسبابِ حدیث سے اس کی حقیقی مراد کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ان شراح حدیث نے اسباب کی مدد سے بہت سارے مسائل کا استنباط کرنے کے ساتھ ساتھ ان مختلف ایرادات واعتراضات سے دفاع بھی کرنے کا اہتمام کیا ہے جو اسباب حدیث سے ناواقف لوگوں کی طرف سے وارد کیے گئے ہیں۔ایسے لوگ اسبابِ ورود کا لحاظ نہ کرنے کی وجہ سے قعر خطاء میں جا گرتے ہیں جب کہ اسبابِ حدیث پر نظر رکھنے والے ایسی خطا سے نہ صرف یہ کہ محفوظ رہتے ہیں بلکہ ایسی تعبیر کرتے ہیں جو حق وصواب ہوتی ہے۔

حدیث نبوی چوں کہ وحی کی ایک بنیادی قسم ہے جو تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے سینہ الم نشرح پر نازل ہوئی ہے جس کا تقاضا ہے کہ اُسے حتی الامکان غلطی سے دور رکھا جائے۔

زیر نظر مضمون میں چند امثلہ اس بات کی تشریح کے لیے درج کی جائیں گی کہ شراح حدیث نے کس طرح حدیث کی تشریح وتعبیر میں اسباب ورود سے استفادہ واکتساب کیا ہے۔اسی طرح وہ مسائل شرعیہ جن کا فقہاء نے سبب حدیث سے استنباط واستخراج کیا ہے اور شراح حدیث نے اُن کو شرحِ حدیث میں بیان کیا ہے اُن کا بھی ضمناً ذکر کیا جائے گا جس سے تفہیم حدیث میں اسباب حدیث کی اہمیت وافادیت واضح ہوجائے گی۔

مثال اوّل

عن سهلِ بن عبادةَ رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ومن نابه شیئ فی صلاته فلیسبح فانه اذا سبح التفت إلیه وانما التصفیق للنسآء (۲)

عراقی (م ۸۰۶ھ) نے کہا ہے کہ فقہاء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، امام ابو یوسف، امام اوزاعی، امام ابوثور اور سلف وخلف کے جمہور علماء علیہم الرحمۃ نے کہا ہے کہ نمازی کو کسی بھی قسم کا کوئی عارضہ یا ضرورت پیش آئے تو وہ تسبیح وتصفیق کر سکتا ہے یعنی اگر مرد ہو تو تسبیح کہے اور اگر عورت ہو تو تصفیق کرے۔جب کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد علیہما الرحمۃ نے کہا ہے کہ اگر نمازی نے کسی کے جواب میں کوئی کلمہ کہا یعنی سبحان اللہ وغیرہ تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی اور اگر نمازی کا ارادہ سبحان اللہ وغیرہ کہنے سے دوسرے کو اپنے نماز میں ہونے کی خبر دینا ہے تو نماز باطل نہ ہوگی۔طرفین نے حدیث مذکور کو نائب خاص یعنی تسبیح وتصفیق کے ذریعے اپنے نماز میں ہونے خبر دینے پر محمول کیا ہے۔

عراقی نے کہا ہے کہ اس میں اصل عدم تخصیص ہے کیوں کہ اس حدیث میں نکرہ یعنی لفظ ''شیـــئ'' سیاق شرط یعنی''

من شرطیہ'' میں واقع ہے، اس لیے یہ عموم کا فائدہ دے گا اور حدیث میں نائب سے مراد وہ نائب بھی ہے جو جواب کا تقاضا کرتا ہے اور وہ بھی جو اعلام کا فائدہ دیتا ہے اور بلا دلیل ان میں سے کسی ایک پر محمول کرنا درست نہیں ہے اور جو واقعہ حدیث کے ورود کا سبب ہے اس میں اعلام نہیں ہے بلکہ اس میں تو جناب ابوبکر صدیق h کو تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ اس موقع پر صحابہ کرام j نے تصفیق کے ذریعے جناب صدیق اکبر کو تنبیہ کی تو نبی کریم ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا کہ مردوں کے لیے اس موقع پر تسبیح ہے تصفیق نہیں ہے۔

اور اس بات پر اتفاق ہے کہ سبب کا حکم سے نکالنا جائز نہیں ہے اور اسی اُصول کے تحت ہمارے اصحاب نے احناف کا رد بھی کیا ہے جہاں احناف نے کہا ہے کہ لونڈی فراش نہیں ہوگی اس حدیث کے تحت کہ ''الولد للفراش'' (۳) حالانکہ یہ حدیث لونڈی ہی کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور اس میں اتفاق ہے کہ سبب حکم سے خارج نہیں ہوتا اور امام احمد علیہ الرحمۃ کا قول بھی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مثل ہے۔ (۴)

جب کہ علامہ قسطلانی (م ۹۲۳ھ) نے حدیث مذکور کا سبب ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

والأصلُ عدمُ هذا التخصيص لأنه لكونه فى سياق الشرط فتناول كلا منهما (من النائب الخاص والعام) فالحمل على احدهما من غيرِ دليلٍ لا يصارُ إليه لا سيما التى هى سببُ الحديثِ لم يكن القصد فيها الا تنبيه الصديق رضى الله عنه على حضوره ﷺ ، فارشدهم إلى انه كان حقُهم عند هذا النائب التسبيحَ ولو خالف الرجلُ المشروع فى حقه وصفق لم تبطلُ صلاتُه لان الصحابة عليهم الرضوانُ صفقوا فى صلاتِهم ولم يأمرهم النبىُ ﷺ بالاعادة لكن ينبغى ان يقيد بالقليل ، فلو فعل ذلك ثلاث مراتٍ متواليات بطلت صلاتُه لانه ليس ماذوناً فيه(۵)

اصل میں یہاں عدم تخصیص ہے کیوں کہ وہ سیاق شرط ہونے کی وجہ سے عام ہے، اس لیے (نائب خاص و عام) دونوں کو شامل ہے تو بلا دلیل کسی ایک پر محمول کرنا درست نہیں ہے خصوصاً جو سبب حدیث ہے وہ جناب ابوبکر h کی آمد کی خبر دینا ہے اور آپ نے ان کو بتایا کہ اُن کا حق تصفیق نہیں تسبیح ہے تو اگر کوئی شخص اپنے حق میں اس مشروع حق کی مخالفت کرے گا تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام j کو تصفیق کا عمل کرنے پر نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا لیکن اسے عمل قلیل پر مقید کرنا مناسب ہوگا اگر کوئی شخص لگاتار تین مرتبہ تصفیق کا عمل کرے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیوں کہ نماز میں عمل کثیر کی اجازت نہیں ہے۔

اس جگہ غور کیا جائے تو علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے جمہور کے قول کو ترجیح دی ہے اور اس پر سبب حدیث سے تائید پیش کی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فہم حدیث اور حدیث سے اخذ مسائل میں سبب ورود کی اہمیت شراح حدیث کے ہاں مسلم ہے اور وہ تشریح حدیث نیز حکم حدیث یا اُس سے اخذ حکم میں اس کو پیش نظر رکھتے ہیں اور حکم کی تخصیص و تعمیم کا حکم بھی ثابت کرنے کے لیے سببِ حدیث سے مدد لیتے ہیں۔ اگرچہ احناف کے دلائل بھی قوی اور مضبوط ہیں لیکن یہ مقام تفصیل کا متحمل نہیں ہے۔

دوسری مثال

عـن أبـی هـریـرة رضی اللّٰه عنه ان رسولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم قال: والذی نفسی بیـده لـقـدصـمـمـت ان امـر بحطب فیحطب ثم امرَ بالصلاةِ فیؤذن لها ، ثم أمر رجلاً فیؤمُ الـنـاس ، ثم اخالف الی رجال فاحرقُ علیهم بیوتَهم ، والذی نفسی بیده لو یعلم احدَهم انه یجد عرقاً سمیناً أو مرماتین حسنتین لشهدا العشآءَ (۶)

حدیث مذکور کے تحت ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ (م۸۵۲ھ) نے فتح الباری میں لکھا ہے:

وزاد مسـلـمٌ فـی أولِـه انـه صـلـی الـلّٰـه عـلیه وسلم فقد ناساً فی بعض الصلوات فقال لقد صممت ، فافاد ذکر سببِ الحدیثِ(۷)

تو ابن حجر علیہ الرحمۃ نے مسلم کے حوالہ سے سبب حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس سے شرح حدیث میں استفادہ کیا جائے اور حدیث کا سیاق وسباق معلوم کر کے اس کے متعلق فقہی آراء قائم کی جائیں یا فقہی آراء کا جائزہ لیا جائے۔

تیسری مثال

عـن أنـسٍ رضـی الـلّٰـه عـنـه عن النبیِ صلی اللّٰه علیه وآله وسلم قال: لا تواصلوا قالوا: انك تواصلُ؟ قال: لستُ کاحدٍ منکم ، انی اطعم وأسقٰی أو ابیت اطعم واسقٰی (۸)

حدیث مذکور کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال کے روزے رکھے، صحابہ کرام ؓ نے بھی آپ کو دیکھ کر یہ روزے رکھنا شروع کر دیئے جو اُن پر شاق گزرے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم وصال کے روزے نہ رکھو، صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ آپ بھی تو رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں تو اپنے رب کے حضور راتیں بسر کرتا ہوں تو وہ مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔(۹)

اس سبب سے محدثین، شراح حدیث اور فقہاء نے یہ استفادہ کیا ہے کہ وصال کے روزے نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہے جب کہ بعض علماء نے سبب ہی سے یہ استفادہ کیا ہے کہ اس ممانعت کی ایک وجہ ہے اور وہ وجہ سیدہ عائشہؓ سے بطریق عبدہ بن سلیمان عن ہشام بن عروہ عن ابیہ مروی ہے کہ:

نهـی رسـولُ الـلّٰـه صـلی اللّٰه علیه وآله وسلم عن الوصال رحمة لهم ، فقالوا: انك تواصلُ؟ قال: انی لست کهیئتِکم انی یطعمنی ربی ویسقینی (۱۰)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ممانعت اس وجہ سے نہیں کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے بلکہ اس لیے ہے کہ اس میں صحابہ کے لیے مشقت ہے۔

ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے کہا، اس روایت میں بیانِ سبب کی طرف اشارہ ہے اور اُس مشقت کی بھی تائید ہے جو اس سے ماقبل کی روایت میں ہے جو بطریق جویریہ عن نافع مروی ہے:

ان النبیَ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم واصل فواصل الناسُ فشق علیھم فنھاھم (۱۱)

تو ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ یہ ممانعت خصوصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ مشقت کی وجہ سے ہے۔اس لیے وصال کے روزے مطلقاً ممنوع محظور نہیں ہیں اور یہی بعض حضرات علماء کا قول ہے۔

پھر فریق اوّل میں اختلاف ہے کہ ممانعت تحریم کی ہے یا کراہت کی اور اطلاق وتقیید میں بھی اختلاف ہے یعنی بعض نے کہا کہ مطلقاً ممنوع ہے چاہیے مشقت ہو چاہے نہ ہو جب کہ بعض نے کہا کہ اگر مشقت ہو تو ممنوع ہے ورنہ ممنوع نہیں کیوں کہ بعض صحابہ کرام j نے وصال کے روزے رکھے ہیں جیسے عبداللہ بن زبیر، اخت ابوسعید اور تابعین میں سے عبدالرحمٰن بن ابی نعیم، عامر بن عبداللہ بن زبیر، ابراہیم بن تیمی اور ابوالجوزاء وغیرہم۔(۱۲)

اس تفصیل سے مصرح ہوتا ہے کہ سبب ورود فہم حدیث، استنباطِ احکام اور تعبیر وتشریح میں معین ومددگار ہے۔

چوتھی مثال

فمن کانت ھجرتُہ إلی دنیا یصیبھا أو امرأۃٍ ینکحھا.(۱۳)

اس میں دنیا کے ذکر کے بعد عورت کے ذکر کرنے کی کیا حکمت ہے اس کے متعلق شیخ الاسلام عینی (م۸۵۵ھ) نے لکھا ہے:

ان ھذا الحدیثَ ورد علی سبب خاصٍ وھو انہ لما أمر بالھجرۃ من مکۃَ إلی المدینۃ (زادھما اللّٰہ شرفا) تخلف جماعۃ عنھا فذمھم اللّٰہ تعالی بقولہ : إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلآئِكَةُ ظَالِمِيْ أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيْمَ كُنْتُمْ(۱۴)

ولم یھاجر جماعۃٌ لفقد استطاعتھم فعذرھم واستثناھم بقولہ: اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ (۱۵)

وھاجر المخلصون إلیہ فمدحھم فی غیر موضع من کتابہ وکان فی المھاجرین جماعۃ خالفت نیتھم فیہ المخلصین ، منھم من کانت نیتُہ تزوجَ امرأۃ کانت بالمدینۃ من المھاجرین یقال لھا اُم قیس ، وادعی ابنُ دحیۃَ ان اسمھا قیلۃُ ، فسمی مھاجرَ اُم قیس ولا یعرف اسمُہ فکان قصدُہ بالھجرۃِ من مکۃ إلی المدینۃ نیۃ التزوج بھا لا لقصد فضیلۃِ الھجرۃِ فقال النبیُ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ذلك وتبین مراتبَ الاعمالِ بالنیات فلھذا خص ذکرَ المرأۃ دون سائر ما ینوی بہ الھجرۃ من افرادِ الاغراضِ الدنیویۃِ لاجل تبیینِ السببِ لانھا کانت اعظمَ اسبابِ فتنۃِ الدنیا ، قال النبیُ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم : ما ترکتَ بعدی فتنۃَ اضر علی الرجالِ من النساءِ.(۱۶)

وذکر الدنیا معھا من بابِ زیادۃِ النصِ علی السببِ کما انہ سئل عن طھوریۃِ مآءِ البحرِ زاد حلَ المیتۃِ.(۱۷)

ویحتمل ان یکونَ هاجر لمالها مع نکاحها ، ویحتمل انه هاجر لنکاحها وغیره لتحصیل الدنیا من جهة ما ، فعرض بها.....''(۱۸)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے تفصیل کے ساتھ حدیث کا سبب ذکر کیا ہے اور حدیث میں دنیا کے بعد عورت کا ذکر کرنے کی توجیہہ بیان کی ہے اور جتنے احتمالات ہو سکتے تھے ذکر کیے ہیں کیوں کہ بظاہر عام کے بعد خاص کو ذکر کرنا مناسب نہیں تھا کیوں کہ خاص عام میں داخل ہوتا ہے۔

دوسرے شارحین نے بھی اس حدیث کی شرح میں اس سبب کے تحت مختلف انداز میں ذکر الخاص بعد العام کی وجوہ کو لکھا ہے۔علامہ سیفری (م ۹۵٦ھ) نے اسی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ لفظ دنیا نکرہ ہے اور وہ مثبت ہے لہٰذا یہ اس بات کو لازم نہیں ہے کہ عورت، دنیا میں داخل ہو۔اس ابہام کا جواب ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''**بانها سیاق الشرط فتعم** '' چوں کہ یہاں نکرہ سیاق شرط میں مذکور ہے لہٰذا یہ عام ہے اور مرأۃ اس میں داخل ہے۔

اور کہا کہ اعتراض تو اس پر ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ یہ عطفِ عام کے قبیلے سے اس اعتبار سے بھی ہے کہ خاص کا عطف عام پر اُن احکام سے تعلق رکھتا ہے جو حروفِ عطف میں سے واو کے ساتھ خاص ہیں جیسا کہ اس پر ابن مالک نے شرح العمدہ میں اور ہشام نے المغنی میں اس کی تصریح کی ہے۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ حرفِ عطف ''او'' تقسیم کے لیے ہے اور حدیث مذکور میں ''مرأۃ'' کو دنیا کے مقابل ایک مستقل قسم کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فتنہ کے اعتبار سے بہت سخت ہے۔

اور اگر فرض کیا جائے کہ یہ عطف الخاص علی العام کے قبیلہ سے ہے تو پھر اس کو الگ ذکر کرنے میں دو نکات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہوگا اور وہ دو نکات یہ ہیں کہ امرأۃ کو الگ کرنے میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ اس کے فتنہ سے بطور خاص بچنے کی کوشش کی جائے کیونکہ یہ فتنہ انگیزی میں بہت سخت اور خطرناک ثابت ہوئی ہے۔اور دوسرا یہ کہ یہ حدیث مذکور کا سبب ہے اور سبب کی تصریح کرنا ایک خوب صورت عمل ہے۔(۱۹)

شرح مذکور سے بہت ہی آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حدیث مذکور میں کس طرح سبب گہرا تعلق رکھتا ہے کہ جب تک اُس کو بیان نہ کیا جائے تو عورت کے ذکر کرنے کی توجیہہ بہت مشکل ہے اور شارح نے اس کی طرف بہت ہی عمدگی کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

ایک دوسرے اعتبار سے دیکھا جائے تو ایک صالح عورت میں خیر کا پہلو بھی ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے:

الدنیا متاعٌ و خیرُ متاعِ الدنیا المرأۃُ الصالحۃُ (۲۰)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ رحمتِ عالم ﷺ کے فرمان پر اپنے گھر بار، وطن اور اقارب کو چھوڑنے والی سیدہ ام قیس k جو کہ حدیث مذکور کا سبب ہیں وہ امرأۃ صالحہ ہیں کیوں کہ وہ صحابیہ ہیں اور یقیناً صحابی مہاجر اُم قیس h کی ہجرت میں یہ خیر کا پہلو بھی موجود ہے اگرچہ اظہار میں محض تزوج کا ذکر ہے۔

ملا علی القاری (م۱۰۱۴ھ) نے بھی اس حدیث کے سبب کو ذکر کرنے کے فوائد کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے:

خصت بالذکر تنبیهًا علی سببِ الحدیثِ وان کانت العبرةُ لعمومِ اللفظِ (غالباً) کما رواه الطبرانی بسندٍ رجالُه ثقاتٌ عن مسعودٍ رضی اللّٰه عنه (۲۱)

پانچویں مثال

عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه قال: بینما یهودیٌ یعرض سلعةً اعطی بها شیئاً کرههٗ، فقال: لا والذی اصطفی موسیٰ علی البشر فسعه رجلٌ من الانصارِ فقام ولطم وجهه، وقال: تقول والذی اصطفٰی موسی علی البشر والنبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم بین اظهرنا؛ فذهب إلیه، فقال: ابا القاسمِ! إن لی ذمةً وعمداً فما بال فلانٌ لطم وجهی؟ فقال: لم لطمت وجهه فذکره، فغضب النبیُ صلی اللّٰه علیه وآله وسلم حتی رُئی فی وجهه ثم قال: لا تفضلوا بین الانبیآء...(۲۲)

امام السیوطی علیہ الرحمۃ (م۹۱۱ھ) نے لکھا ہے کہ ''لا تفضلوا بین الانبیآء'' یہ یا تو اس صورت پر محمول ہے جس میں مفضول کی تنقیص شان ہوتی ہو یا ایسی صورت جو خصومت وفتنہ کی طرف لے جائے جیسا کہ وہ حدیث کا سبب ہے یا اس سے مراد نفس نبوت میں باہمی فضیلت سے ممانعت ہے۔(۲۳)

امام السیوطی علیہ الرحمۃ (م۹۱۱ھ) نے اس حدیث کی شرح میں اُس کے سبب ورود سے استفادہ کرتے ہوئے انبیاء کے درمیان اور خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کی جملہ انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کے جواز کو بیان کیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

چھٹی مثال

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے جب مشرکین مکہ کی طرف خط لکھا اور اُس کا اظہار ہو گیا تو اس موقع پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضور! مجھے اجازت دیں تا کہ میں اس منافق کی گردن اتار کر اس کا بوجھ ہلکا کر دوں تو اس موقع پر رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

انه شهد بدراً، وما یدریك لعل اللّٰه أن یکون قد اطلع علی أهل بدرٍ فقال: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم (۲۴)

بعض شراح حدیث نے لکھا ہے کہ ''اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم'' میں بشارت ان گناہوں سے مغفرت کی جو بدر کے واقعہ سے پہلے سرزد ہوئے تھے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ بعد میں بھی اگر گناہ سرزد ہوں گے تو وہ بھی پیشگی معاف ہیں۔

امام السیوطی علیہ الرحمۃ نے اس نظریہ کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے لفظ ''اعملوا'' (جو امر کا صیغہ ہے) یہ اس نظریہ کا ردّ کرتا ہے کیوں کہ فعل امر مستقبل کے لیے ہے ماضی کے لیے موضوع نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ''قد غفرت لکم'' (جو کہ ماضی کا صیغہ ہے اور زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے) اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ''اعملوا'' جو امر کا صیغہ ہے وہ بھی ماضی ہی کے معنی میں ہو، پھر ''غفرت'' کا صیغہ بھی ماضی کے لیے نہیں ہے بلکہ مستقبل میں قطعی ویقینی مغفرت پر دلالت کرنے کے لیے جیسے قرآن حکیم میں

اس کی امثلہ موجود ہیں کقولہ تعالیٰ: أَتٰى أَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (۲۵) علاوہ ازیں خود حدیث کا سبب اس نظریے کے خلاف ہے کیوں کہ حدیث مذکور کا سبب یہ ہے کہ حضرت حاطب نے اس واقعے کے بعد خط لکھا اور اس پر حضرت عمرؓ نے اجازت گردن زدنی طلب کی اور آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا:

وما يدريك لعل الله أن يكونَ قد اطلع على أهل بدرٍ فقال: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم(۲۶)

یہ حدیث کا سبب ہے اور یہی اس حدیث کی مراد ہے۔

امام السیوطی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی توضیح اور مخالف نظریے کی تردید کے لیے بڑی صراحت کے ساتھ سبب حدیث استفادہ کیا ہے۔

ساتویں مثال

عن أبي سعيدٍ الخدري رضى الله عنه قال: كان بينَ خالدِ بنِ الوليدِ و بين عبدالرحمن رضى الله عنهما شيئٌ ، فسبه خالد ، فقال النبيُ صلى الله عليه وآله وسلم لا تسبوا اصحابي (۲۷)

امام السیوطی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ یہ خطاب صحابہ کو ہے کیوں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت خالد بن الولید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے درمیان کچھ تنازع ہوا جس پر حضرت خالد نے اُن کو برا بھلا کہہ دیا تو حدیث مذکور میں اصحابی سے مخصوص اصحاب مراد ہیں یعنی جو قبولِ اسلام میں مخاطبین اصحاب سے مقدم ہیں۔

بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حدیث میں بُرا بھلا کہنے والے کو بمنزلہ غیر صحابی کے اتارا گیا ہے کیوں کہ اُس سے ایسا کام سرزد ہوا جو اس کی شان کے مناسب نہ تھا، تو اس سے خطاب بھی غیر صحابی جیسا کیا گیا ہے (کچھ زجر و توبیخ کے لیے) جب کہ ملا علی القاری علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ خطاب صحابہ سے عام اور پوری اُمت کے لیے ہو اور نبی کریم ﷺ نے نورِ نبوت سے جان لیا ہو کہ اس کی مثل بعد کے زمانہ میں بھی واقعات ہوں گے اور اہل البدعہ (یعنی خوارج و روافض) صحابہ عظام علیہم الرضوان کو سب کریں گے تو اس لیے اس سے ہر ایک کو منع فرمادیا (نہ صحابی دوسرے صحابی کو اور نہ ہی غیر صحابی کسی صحابی کو برا کہے)۔(۲۸)

یہ تفصیل لطیف بھی سبب حدیث ہی سے مستفاد ہے ورنہ حدیث کا یہ مقام مشکل الفہم ہے کہ صحابی کسی دوسرے صحابی کو بُرا کہے اور پھر غیر صحابی کا حکم بھی بعینہ اسی سبب ہی سے مستفاد کیا گیا ہے تو اس سے اسبابِ حدیث کی اہمیت و افادیت بہت واضح ہو جاتی ہے۔

آٹھویں مثال

حدیث ''الماء من الماء'' (۲۹) کے تحت علامہ مناوی علیہ الرحمۃ (م ۱۰۳۱ھ) نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں کہ بغیر انزال کے مباشر پر غسل واجب ہے یا نہیں ہے؟

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان اور فقہاء علیہم الرحمۃ نے مطلقاً وجوب غسل کا قول کیا ہے چاہے انزال ہو یا نہ ہو جب کہ بعض فقہاء نے بغیر انزال کے غسل کے عدم وجوب کا حکم بیان کیا ہے اور مطلقاً وجوب کے قائلین نے بلا انزال غسل کے عدم وجوب کے

حکم کومنسوخ قرار دیا ہے۔

اور تیسرا قول جوحضرت ابن عباس i سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ حدیث سے مراد سونے کی حالت میں احتلام اور عدم انزال ہے یعنی ایسی صورت میں غسل واجب نہ ہوگا اگر انزال نہ ہو تو لیکن سبب حدیث اس کی تائید نہیں کرتا کیوں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر ایک آدمی اپنی عورت سے مباشر ہو لیکن بلا انزال منی اُٹھ کھڑا ہو تو اس پر کیا واجب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: الماء من المآء (۳۰)

علامہ مناوی علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباس i کے قول کی تردید کو سبب حدیث سے نقل کیا ہے بلکہ اس قول کی اُن کی طرف نسبت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

نویں مثال

حدیث ''الا ادلك علی جهادٍ لا شوكة فيه حج البيت ''(۳۱) علامہ مناوی علیہ الرحمۃ نے صاحب الجامع الصغیر کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مؤلف نے ضمیر ''ادلک'' کو مؤنث ظاہر کیا ہے اور بالکسر کی توضیح کی ہے اور مؤنث سے مراد سیدہ شفآء k ہیں جب کہ سبب حدیث اس ضمیر سے سیدہ شفآء مراد لینے اور ضمیر کے مؤنث ہونے کی تردید کرتا ہے کیوں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ سیدہ شفآء نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

الا ادلك علی جهادٍ لا شوكةَ فيهِ حجُّ البيتِ(۳۲)

علامہ مناوی علیہ الرحمۃ نے حدیث میں اعراب کی تصحیح سبب ورود کی مدد سے کی ہے اور مؤلف نے جوار جارِ ضمیر میں خطا کی تھی اس کا رد بھی سبب ہی کے ذریعے کیا ہے جس سے سبب حدیث کی معرفت کی اہمیت وافادیت اس اعتبار اور اس ضرورت سے بھی بڑھ جاتی ہے اس لیے دیگر شارحین حدیث کی طرح متعدد مقامات میں اُنہوں نے سبب سے استفادہ کیا ہے۔

دسویں مثال

عن النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم قال: اذا استيقظ احدُكم من منامهِ فلا يدخلُ يَده فی الانآء حتی يغسلَها ثلاثَ مراتٍ فانه لا يدری اين باتتُ يدُه أو أين طافتُ يُده...(۳۳)

قاضی الشوکانی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے، مؤید باللہ ابوطالب، منصور باللہ ایک قول میں ہادی شوافع اور احناف کے نزدیک یہ ہاتھوں کا دھونا واجب نہیں ہے مسنون ہے۔ (جب کہ بعض کے نزدیک واجب ہے)۔ اس کا سبب ورود یہ ہے کہ اہل حجاز پتھر وغیرہ سے استنجاء کرتے تھے، اور اُن کے علاقے گرم تھے تو یہ لوگ جب سوتے اور پسینے سے شرابور بھی ہوتے تو سونے کی حالت میں مقامِ نجس پہ ہاتھ کا لگ جانا ممکن تھا اس لیے یہ حکم دیا گیا۔ قاضی الشوکانی نے لکھا ہے کہ جب حدیث مذکور میں حکم کا سبب یہ ہے تو اب بہر صورت وضوء سے پہلے ہاتھوں کے دھونے کو واجب قرار دینا مناسب نہیں ہے۔ اور اگر یہ اعتراض ہو کہ اس صورت میں تو حکم کا سبب پر بند کرنا لازم آئے گا اور یہ مرجوح قول ہے (یعنی کسی حکم کو سبب پر بند کرنا اور اس کے

ساتھ خاص کرنا)۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مسلم ہے کہ حکم سبب پر منحصر نہیں ہوتا لیکن حدیث مذکور میں نیند سے بیدار ہونے والا عام ہے چاہے وہ رات کی نیند سے بیدار ہو یا مطلق نیند سے تو وہ دعویٰ سے اخص ہے۔یعنی ہاتھوں کا وضوء سے پہلے مطلقاً دھونا عام ہے جب کہ حدیث میں حکم صرف نیند سے بیدار ہونے پر ہاتھوں کا دھونا نسبتاً خاص ہے اس لیے اعتراض میں جو استدلال ہے وہ صحیح نہیں ہے اور جمہور مطلقاً ہر وضوء سے پہلے ہاتھوں کے دھونے کے مسنون ہونے اور اس کے احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہونے کے منکر نہیں ہیں۔(۳۴)

اس میں غور کیا جائے تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے شارح نے مطلقاً وضوء سے قبل ہاتھوں کے دھونے کا ثبوت حدیث اور اس کے سبب کی مدد سے پیش کیا ہے۔چاہے سونے سے اُٹھنے کے بعد وضوء کیا جائے یا بغیر سوئے وضوء کی جانب ہو۔اس طرح جمہور کے مذہب پر وارد ہونے والے اعتراض کا ازالہ کرنے کا ارادہ ہو اس کے سبب کی مدد سے کیا ہے۔اور اس لیے سبب حدیث کو پہلے بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شارح سبب حدیث کی اہمیت وضرورت اور افادیت سے پوری طرح بصیرت پر ہیں۔

تلك عشرةٌ كاملةٌ لمن يريد وقوفاً على حظوراة السبب لفهم الحديث واقد الاحكام منه به

حوالہ جات

۱۔ابن الحجر العسقلانی،ابوالفضل احمد بن علی،نزهةالنظر فی توضیح نخبة الفکر فی مصطلح أهل الأثر،الریاض،مطبعة سفیر،۱۴۲۱۲ھ،ص ۲۸۰

۲۔القشیر ی،مسلم بن الحجاج(۲۶۱ھ) الجامع الصحیح ،کتاب الصلاۃ،باب تقدیم الجماعة،بیروت:داراحیآء التراث،رقم:۴۲۱

۳۔البخاری۔محمد بن اسماعیل،الامام،(۲۵۶ھ)الجامع الصحیح ،کتاب البیو ع ،باب ، تفسیر المشهبات،دارطوق النجاۃ،۱۴۲۲ھ

۴۔العراقی،عبدالرحیم بن الحسین(۸۰۶ھ)طرح التثریب فی شرح التقریب،بیروت:داراحیآء التراث العربی،ج ۲،ص ۲۴۳

۵۔القسطلانی،احمد بن محمد(۹۲۳ھ)ارشاد الساری شرح صحیح البخاری،مصر:المطبعه الکبرٰی الامیریة،۱۳۲۳ھ،ج ۲،ص ۴۷

۶۔البخاری،الجامع الصحیح،کتاب ابواب صلاۃ الجماعة والامامة باب وجوب صلاۃ الجماعة،رقم الحدیث:۶۴۴

۷۔ابن الحجر،فتح الباری شرح صحیح البخاری،بیروت:دارالمعرفة ۱۳۷۹ھ،ج ۱،ص ۵۷

۸۔البخاری، الجامع الصحیح،کتاب ،الصیام ،باب الوصال ،ومن قال لیس فی اللیل صیام،رقم الحدیث:۱۹۶۱م

القشیر ی، الجامع الصحیح،کتاب الصیام ،باب النهی عن الوصال،رقم الحدیث،۱۱۰۲

۹۔البخاری،الجامع الصحی ح،کتاب الصیام ،باب برکة السحور من غیر ایجاب،رقم الحدیث:۱۹۲۲م

۱۰۔البخاری، الجامع الصحی ح،کتاب الصیام ،باب الوصال ،رقم الحدیث:۱۹۶۴م

۱۱۔ابن الحجر،فتح الباری،ج ۴،ص ۲۰۳

۱۲۔ابن الحجر،فتح الباری ،ج ۴،ص ۲۰۲۔۲۰۳

۱۳۔البخاری،الجامع الصحیح ، باب کیف کان بدء الوحی،رقم:۱

۱۴۔النسآء:۹۷

۱۵۔ایضاً

۱۶۔**البخاری**،الجامع الصحیح،کتاب النکاح،باب بایتقی من شئوم المرأۃ،**رقم الحدیث**:۵۰۹۶

۱۷۔**العینی محمود بن احمد**(م۸۵۵ھ)،عمدۃ القاری شرح الصحیح للبخاری،**بیروت:داراحیآء التراث العربی**،ج۱،ص۲۸

۱۸۔**العینی محمود بن احمد**(م۸۵۵ھ)،عمدۃ القاری شرح الصحیح للبخاری،ج۱،ص۲۸

۱۹۔**السفیری شمس الدین محمد بن عمر**(۹۵۶ھ)المجالس الوعظیۃ فی شرح احادیث خیرالبریۃ من الصحیح لامام البخاری ،**بیروت دارالکتب العلمیۃ**،۱۳۲۵ھ،ج۱،ص۱۳۲

۲۰۔**القشیری**،الجامع الصحیح ،کتاب الرضاع ،باب خیر متاع الدنیا،**رقم الحدیث**:۱۴۶۷

۲۱۔**القاری،علی بن سلطان محمد نور الدین**،(۱۰۱۴ھ)مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح،**بیروت:دارالفکر**۱۴۲۲ھ،ج۱،ص۴۷

۲۲۔**البخاری**،الجامع الصحیح ،کتاب التفسیر ،باب قال اللہ تعالیٰ:وان یونس لمن المرسلین ،**رقم الحدیث**:۳۴۱۴

۲۳۔**السیوطی**،الدیبا ج علی صحیح مسلم بن الحجاج،**السعودیۃ العربیۃ،دارابن عفان**،۱۴۱۶ھ،ج۵،ص۳۵۹

۲۴۔**السیوطی**،مصباح الزجاجۃ علیٰ سنن ابن الماجۃ ،باب ذکر التوبۃ،**کراتشی،قدیمی کتب خانہ،بغیر ذکرسنۃ الطبع**،ج۱،ص۳۲۰

۲۵۔**السیوطی**، قوۃ المغتذی علی جامع الترمذی،**لاہور:المکتبۃ الرحمانیۃ**،ج۱،ص۸۱۸

۲۶۔**البخاری**،الجامع الصحیح،کتاب الجہاد،باب الجاسوس ،**رقم الحدیث**:۳۰۰۷

۲۷۔**النحل**:۱

۲۸۔**السیوطی**،قوۃ المغتذی علی جامع الترمذی ،ابواب التفسیر ،ج۱،ص۸۱۸

۲۹۔**القشیری**،الجامع الصحیح ،کتاب الفضائل ،باب تحریم سب الصحابۃ رضی اللّٰہ عنہم،**الرقم**،۲۵۴۱

۳۰۔**المبارکفوری،محمد عبدالرحمٰن**،تحفۃ الاحوذی ، باب فی سب اصحاب النبی ﷺ،**بیروت**،ج۱۰،ص۲۴۵:**دارالکتب العلمیۃ**،بدون السنۃ؛ القاری ،المرقاۃ،ج۹،ص۳۸۷۵

۳۱۔**الحشر**:۱۰

۳۲۔**سبق تخریجہ**

۳۳۔**البخاری**،الجامع الصحیح ،باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ،**الرقم**:۱

۳۴۔**المناوی،محمد عبدالرؤف**،فیض القدید شرح الجامع الصغیر،**مصر:المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ**،۱۳۵۶ھ،ج۲،ص۵۶۱

۳۵۔**الصنعانی،عبدالرزاق بن الھمام**(م۲۱۱ھ)،**الھند المجلس العلمی**،۱۴۰۳ھ،ج۵،ص۱۷۴

۳۶۔**المناوی،فیض القدیر**،ج۳،ص۱۰۷

۳۷۔**الدارقطنی،علی بن عمرو**(م۳۸۵ھ)سنن الدارقطنی ،باب غسل الیدین لمن استیقظ من النوم،**بیروت:مؤسسۃ الرسالۃ**،۱۴۲۴ھ،**رقم الحدیث**۱۲۹

۳۸۔**الشوکانی،محمد بن علی**(م۱۲۵۰ھ)نیل الاوطار،**مصر:دارالحدیث**،۱۴۱۳ھ،ج۱،ص۱۷۴،۱۷۶